خطبہ جمعہ

اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطابق بنانے کی کوشش میں سب سے آگے بڑھنے والا وجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود تھا

کتنا بد نصیب ہے وہ شخص جو دنیا کے عارضی فائدہ کے لئے رحمان سے اپنا تعلق کاٹ لیتا ہے

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کے موضوع پر نہایت لطیف اور پرمعارف خطبات کے ایک سلسلہ کا آغاز۔
امید ہے کہ ان صفات عالیہ پر سچے غور کے نتیجہ میں جماعت کو انہیں اپنانے کی بھی توفیق عطا ہوگی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۶؍اپریل ۲۰۰۱ء بمطابق ۶؍شہادت ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ. سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف آیت ۱۸۱)

اور اللہ ہی کے سب خوبصورت نام ہیں۔ پس اسے ان (ناموں) سے پکارا کرو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارہ میں کج روی سے کام لیتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے رہے اس کی انہیں ضرور جزا دی جائے گی۔

سب سے پہلے اسماء باری تعالیٰ سے متعلق میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ایک عرصہ سے مَیں یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کا ذکر کر کے باری باری ان صفات کے اوپر روشنی ڈالوں۔ روشنی تو وہ صفات مجھ پر ڈالتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کے مطالب کو آپ پر واضح کرنے کی کوشش کروں۔ تو آج خدا کے فضل سے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے وہ مواد تیار کر کے دیا ہے جو اتنا زیادہ تھا کہ اسے دو حصوں میں بانٹنے کے باوجود بھی وہ کافی مقدار ہے۔ آغاز میں وہ صفاتِ حسنہ بیان ہونگی جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ اس کو بھی ہم سورۃ کا حصہ جانتے ہیں۔ وہ اللہ جو رَحْمٰن ہے اور رَحِيْم ہے۔ پھر سب سے پہلے رَبِّ الْعَالَمِيْن کے بعد پھر رَحْمٰن اور رَحِيْم کی تکرار ہے۔ پھر مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہے۔ تو ان کا کیا مفہوم ہے؟ کیوں تکرار ہے؟ اور پہلی آیت کو رَحْمٰن اور رَحِيْم سے شروع کیا گیا۔ پھر رَبِّ الْعَالَمِيْن سے شروع کیا گیا۔ دراصل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی صفات دو ہی ہیں۔ ایک رَحْمٰن اور اس سے پھر رَحِيْمِيَّتْ بھی پھوٹتی ہے۔ اور دوسری ربوبیت ہے جس سے ہر قسم کی ربوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔ تو چونکہ یہ مضمون مشکل ہے اس لئے محض پڑھ کر سنانے کے علاوہ میں اس پر عمومی وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ کس قسم کا یہ مضمون ہے۔

بعض پہلوؤں سے دیکھیں تو رحمٰن سب سے پہلے ہے لیکن رحمانیت اس وقت شروع ہوئی ہے جبکہ وجود ہی نہیں تھا کوئی، مانگنے والا ہی نہیں تھا کہ مجھے پیدا کرو۔ جب عدم تھا تو عدم سے ہی وجود کی ذمہ دار رحمانیت ہے اور اس پہلو سے ربوبیت سے پہلے ہے لیکن رحمانیت کے ساتھ جب یہ عالم وجود میں آنا شروع ہوا تو ربوبیت نے اسی لحہ اس پر کام کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سائنسدان بتاتے ہیں کہ جب بلیک ہول میں سے کائنات پھوٹی ہے تو ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں اس میں اتنی تیزی سے تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں کہ آج ہم بہت غور کر کے سمجھتے ہیں کہ کیا ہوا ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور بہت ہی تیزی کے ساتھ عالم رونما ہونا شروع ہوا اور اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ کا نظارہ ہم نے دیکھا کہ وہ کائنات پھیلی ہے اور بہت تیزی کے ساتھ پھر پھیلتی چلی گئی ہے اور جوں جوں پھیلی ہے اس کی ربوبیت ہو رہی ہے۔ ربوبیت کے ذریعہ ہر ادنیٰ حالت کو اعلیٰ حالت میں تبدیل کیا گیا۔

عرب کہتے ہیں 'رَبَّ الفلوّ' اس شخص نے اپنے بچھڑے کی ربوبیت کی۔ تو ربوبیت سے مراد یہ ہے کہ وہ ابھی چھوٹا تھا، اس کو آہستہ آہستہ سنبھالا اور اس کو کھانا پینا دیا، پرورش کی۔ پھر اس کو چلنا سکھایا، پھر اس کو دوڑنا سکھایا، سواری کے قابل بنایا، سواری کے سارے آداب اس کو سکھائے۔ تو یہ جو سلسلہ ہے یہ جاری رہتا ہے۔ یہی ربوبیت ماں اپنے بچے کی کرتی ہے یعنی پیدا کیا، پھر اس کے بعد ربوبیت کے ساتھ اس کو چھوٹے سے بڑا کیا، بڑے سے اور بڑا کیا یہاں تک کہ جب تک وہ بڑا ہو کے بالغ ہو کے آزاد نہیں ہو گیا، ماں کئی قسم کی ربوبیت کرتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اللہ اور ماں کی ربوبیت میں ایک فرق ہے۔ فرق تو بہت زیادہ ہیں لیکن ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ ماں تو اپنی زندگی کی خود بھی مالک نہیں ہے۔ کیا پتہ بچہ پیدا ہو تو ماں فوت ہو جائے یا ربوبیت کے کسی ایک مقام پر کھڑا ہو تو ماں فوت ہو جائے یا کسی وجہ سے اس سے چھین لیا جائے، میاں بیوی میں طلاق بھی ہو جایا کرتی ہے۔ تو ماں کی ربوبیت ایک عارضی ربوبیت ہے جس کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ربوبیت کب تک جاری رہے گی اور آیا اچھی ربوبیت ہو گی یا بُری ربوبیت ہو گی۔ اچھی ماؤں کے قدموں تلے جنت بھی ہے اور بُری ماؤں کے قدموں تلے جہنم بھی ہے۔ تو یہ ربوبیت کا مضمون بہت ہی وسیع ہے۔ اگر اس کے بعض پہلوؤں کو ہی صرف ماں کی نسبت سے بیان کرنا شروع کیا جائے تو ایک گھنٹہ کا خطبہ تو بہت چھوٹا ثابت ہوگا۔ مگر بہر حال خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کا مضمون ایک بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے اور اب انشاء اللہ اس مضمون کو مختلف حوالوں کے ساتھ میں شروع کروں گا۔

ایک پہلی روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ اپنے ننانوے نام گنوائے ہیں۔ مَنْ اَحْصٰهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے ان ناموں کا احاطہ کر لیا وہ جنت میں چلا گیا۔

(صحيح مسلم الجزء الرابع كتاب الزكر والدعاء والتوبه والاستغفار)

اَحْصٰهَا کا ایک مطلب ہے ان کو شمار کیا لیکن شمار تو ہر کس و ناکس کر سکتا ہے۔ اَحْصٰهَا سے مراد ہے اس کی صفات کا گھیراؤ ڈال لیا اور وہ ساری صفات اپنی ذات میں جاری کرنے کی کوشش کی۔ کچھ صفات ایسی ہیں جو تنزیہی ہیں وہ انسان میں پائی ہی نہیں جا سکتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں۔ تو وہ نام جو تشبیہی ہیں، تنزیہی نہیں ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے جس حد تک اللہ توفیق دے۔ تو اَحْصٰهَا سے مراد میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی ذات میں ان کو داخل کر لیا اور ان کی تکرار اور سوچ کے ذریعہ، ان کے پڑھنے کے نتیجہ میں اپنی صفات کو ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔ یہ کوشش ایک لامتناہی کوشش ہے۔ اس کوشش میں سب سے آگے بڑھنے والا رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے جنہوں نے ان ننانوے ناموں کی خبر دی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی صفات اور بھی ہیں اور کچھ اس زمانہ میں بھی ظاہر ہو رہی ہیں اور یہ آخرین کے زمانے میں ظاہر ہونے والی صفات وہ ہیں جس کے نتیجہ میں مختلف بھاری دھاتیں دریافت ہوئی ہیں اور اس کے نتیجہ میں اٹامک بم اور یہ دوسری قسم کی چیزیں بنتی چلی جاتی ہیں۔ تو صفات باری تعالیٰ کا مضمون تو دراصل ایک لامتناہی مضمون ہے جو ختم نہیں ہو سکتا، جتنا مرضی اس سمندر کی سیر کرو اس میں کچھ بھی کم نہیں ہو سکتا۔

اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس حدیث کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ تِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ اِسْماً مَنْ اَحْصٰهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ جس نے ان اسماء کا احاطہ کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم .اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ، اَلسَّلَامُ ،اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَیْمِنُ، اَلْعَزِیْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلْخَالِقُ ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ، اَلْغَفَّارُ، اَلْقَهَّارُ، اَلْوَهَّابُ، اَلرَّزَّاقُ، اَلْفَتَّاحُ، اَلْعَلِیْمُ ، اَلْقَابِضُ، اَلْبَاسِطُ، اَلْخَافِضُ، اَلرَّافِعُ، اَلْمُعِزُّ، اَلْمُذِلُّ، اَلسَّمِیْعُ، اَلْبَصِیْرُ، اَلْحَكَمُ،اَلْعَدَلُ،اَللَّطِیْفُ،اَلْخَبِیْرُ،اَلْحَلِیْمُ،اَلْعَظِیْمُ،اَلْغَفُوْرُ،اَلشَّكُوْرُ،اَلْعَلِیُّ، اَلْكَبِیْرُ، اَلْحَفِیْظُ، اَلْمُقِیْتُ، اَلْحَسِیْبُ، اَلْجَلِیْلُ، اَلْكَرِیْمُ، اَلرَّقِیْبُ، اَلْمُجِیْبُ، اَلْوَاسِعُ، اَلْحَكِیْمُ، اَلْوَدُوْدُ، اَلْمَجِیْدُ، اَلْبَاعِثُ، اَلشَّهِیْدُ، اَلْحَقُّ، اَلْوَكِیْلُ، اَلْقَوِیُّ، اَلْمَتِیْنُ، اَلْوَلِیُّ، اَلْحَمِیْدُ، اَلْمُحْصِیُّ، اَلْمُبْدِئُ، اَلْمُعِیْدُ، اَلْمُحْیِ، اَلْمُمِیْتُ، اَلْحَیُّ، اَلْقَیُّوْمُ، اَلْوَاجِدُ، اَلْمَاجِدُ، اَلْوَاحِدُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْقَادِرُ، اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْمُقَدِّمُ، اَلْمُؤَخِّرُ، اَلْاَوَّلُ، اَلْاٰخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ، اَلْوَالِی، اَلْمُتَعَالِی، اَلْبَرُ، اَلتَّوَّابُ، اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّءُوْفُ، مَالِكُ الْمُلْكِ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام، اَلْمُقْسِطُ، اَلْجَامِعُ، اَلْغَنِیُّ، اَلْمُغْنِی، اَلْمَانِعُ، اَلضَّارُ، اَلنَّافِعُ، اَلنُّوْرُ، اَلْهَادِی، اَلْبَدِیْعُ، اَلْبَاقِی ، اَلْوَارِثُ، اَلرَّشِیْدُ ، اَلصَّبُوْرُ۔(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی عقدالتسبیح بالید)

یہ ننانوے نام ہیں جو ترمذی کتاب الدعوات سے لئے گئے ہیں۔اب ان میں سے بہت سے ایسے نام ہیں اول تو اکثر سب نام ہی تقریباً وہ ہیں جن کا بندہ کسی حد تک احاطہ کر سکتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا اور ان کو خدا تعالیٰ کی تنزیہی صفات کہا جاتا ہے۔اب اَلْاَوَّلُ ہے، کوئی انسان اوّل ہو ہی نہیں سکتا۔ہر انسان کا ماضی ہے، ہر جاندار کا ایک ماضی ہے، ہر مادے کا ایک ماضی ہے۔پس اوّل صرف خدا کی ذات ہے جس سے پھر ساری آگے صفات پھوٹتی ہیں۔

تو آخِرُ بھی انسان نہیں ہو سکتا۔ آخرین میں سے تو ہو سکتا ہے مگر آخر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بعد پھر آگے دنیائیں چلتی چلی جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفات کو جزوی طور پر ہم اپنی ذات میں جاری کر سکتے ہیں اس کی انصاف کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ نقل اتار کر مثلاً اللہ ربّ ہے تو ہم ویسے ربّ تو نہیں بن سکتے لیکن اس کی ربوبیت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پاتے ہیں۔خدا رحم کرنے والا ہے تو ہم کسی حد تک بندوں پر رحم کر سکتے ہیں، جتنا حق ہے وہ نہیں کر سکتے۔ تو صفات باری تعالیٰ پر غور کر کے اس مضمون کو آپ ایک لامتناہی سمندر پائیں گے۔اور اس کے احاطہ کی صورت میں کیا مراد ہے کس حد تک آپ اس سمندر سے استفادہ کر سکتے ہیں اس کا بیان بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ میں ہے۔ تو ان ناموں کا ترجمہ جو حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث میں بیان ہیں یہ ہے فرمایا:

(اسم ذات "اللّٰہ" کے علاوہ) اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔اللہ کو سب ناموں کا محیط بیان فرمایا ہے اور جو ننانوے نام ہیں وہ اللہ کے علاوہ ہیں۔ گویا اللہ سمیت کل سو (١٠٠) نام ہونگے۔جو زندگی میں ان کو مد نظر رکھے گا اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔یہ نام آنحضرت ﷺ نے اس طرح گنے۔ اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بن مانگے دینے والا، بار بار رحم کرنے والا، بادشاہ، ہر قسم کے نقائص سے پاک اور منزّہ، تمام آفات سے بچانے والا، امن دینے والا، ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ رکھنے والا، غالب، نقصان کی تلافی کرنے والا، کبریائی والا۔

اب غالب تو حکومتیں بھی ہوتی ہیں مگر ان کا غلبہ ایک عارضی غلبہ ہے۔ آج آیا کل گیا، کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔وہ غالب جو ہمیشہ غالب ہے وہ اللہ ہی ہے۔لوگ نقصان کی تلافی کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں مگر ہر نقصان کی تلافی کر ہی نہیں سکتے۔اب کسی کی آنکھ ضائع ہو جائے، کسی کی ٹانگ حادثہ میں ضائع ہو جائے تو انسان کس حد تک تلافی کر سکتا ہے۔ کچھ تھوڑی بہت مدد کر کے اس کو آرام پہنچانے کی کوشش تو کرے گا مگر تلافی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو مکمل طور پر تلافی کر سکتا ہے۔ بعض اوقات کرتا ہے بعض دفعہ نہیں کرتا مگر وہ مالک ہے اس کی مرضی ہے چاہے تو تلافی کر سکتا ہے۔

فرماتے ہیں: امن دینے والا، ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ رکھنے والا، غالب، نقصان کی تلافی کرنے والا، کبریائی والا، پیدا کرنے والا، نیست سے ہست کرنے والا، تصویر بنانے والا۔

اَلْمُصَوِّرُ یعنی خدا تعالیٰ نے ہر چیز کی پیدائش سے پہلے اس کا ایک بلیو پرنٹ اپنے ذہن میں رکھا ہوا ہے۔ یعنی خدا کا ذہن جب کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ نہیں کہ ہماری طرح کا ذہن ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور جب تک کوئی چیز بلیو پرنٹ میں تیار نہ ہو وہ آگے بن ہی نہیں سکتی۔اس لئے خدا تعالیٰ نے ہر چیز کی تصویر کشی کی ہوئی ہے اس پہلو سے اس کو مصور کہتے ہیں۔

ڈھانپنے اور پردہ پوشی کرنے والا، مکمل غلبہ رکھنے والا، بے دریغ عطا کرنے والا، روزی رساں، مشکل کشا، سب کچھ جاننے والا، روک لینے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، پست کرنے والا، بالا کرنے والا، عزت دینے والا، ذلت دینے والا، سننے والا، دیکھنے والا، فیصلہ دینے والا، عدل کرنے والا، باریک بین، باخبر، حلم والا، عظمت والا، خطا پوش، قدر دان، بلند مرتبہ، بڑی شان والا، سب کا حافظ و ناصر، حساب کتاب لینے والا، جلالت شان والا، صاحب کرم، نگہبان، قبول کرنے والا، وسعت دینے والا اور وسعت والا، حکمت والا، بڑا محبت کرنے والا، بزرگی والا، دوبارہ زندگی دینے والا، ہمہ بین، ہر کمال کا دائمی اہل، کفایت کرنے والا، صاحب قوت، صاحب قدرت، مددگار، زندگی بخشنے والا، موت دینے والا، زندۂ جاوید، قائم بالذات، بے نیاز، صاحبِ بزرگی، یکتا، یگانہ، مستغنی، قدرت والا، صاحب اقتدار، آگے بڑھانے والا، پیچھے ہٹانے والا، پہلا، آخری، عیاں، نہاں، مالک، متصرف، بلند و بالا، نیکی کی قدر کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، انتقام لینے والا، معاف کرنے والا، نرم سلوک کرنے والا، بادشاہت کا مالک، عظمت و کرامت والا، انصاف کرنے والا، یکجا کرنے والا، بے نیاز، بے نیاز کرنے والا، روکنے والا، ضرر کا مالک، نفع دینے والا، نور ہی نور، ہدایت دینے والا، نئی سے نئی ایجاد کرنے والا، صاحبِ بقا، اصل مالک، راہنما، سزا دینے میں دھیما"۔

یہ ترمذی کتاب الدعوات سے وہ صفات ہیں جو میں نے پڑھ کے بیان کی ہیں۔ان کا ترجمہ ہم نے خود کیا ہے مگر اصل صفات عربی میں ہیں جو مَیں بیان کر چکا ہوں۔اب یہ دیکھ لیں کہ صرف ان صفات کو پڑھنے میں ہی کافی وقت لگ گیا ہے اور میرا نہیں خیال کہ جو نوٹس مَیں نے آج کے لئے رکھے ہیں ان کو پورا کر سکوں گا کیونکہ تشریحات بہت سی ہیں جو ساتھ ساتھ کرنی پڑتی ہیں اور کرنی چاہئیں کیونکہ عامۃ الناس کو ان کی پوری سمجھ نہیں آسکتی جب تک تشریح نہ کی جائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا۔اسے حدیث قدسی کہتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو بات اللہ کی طرف منسوب کریں کہ اللہ نے بتایا۔ وہ الہام اسی طرح قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو مگر ساری باتیں قرآن کریم میں کسی نہ کسی آیت میں ضرور موجود ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بات بیان فرمائیں اس کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! مَیں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے۔ پس کون ہے جو اس خدا تعالیٰ کی صفت کے مطابق اپنے آپ کو ظلم کو حرام کرنے والا قرار دے۔ہزار طرح کے مظالم ہیں جو انسان کرتا ہے اپنی بیویوں پر، اپنے بچوں پر، اپنے ہمسایوں پر، اپنے دوستوں پر، رشتہ داروں پر، شریکوں پر، دشمنوں اور دوستوں کی جتنی بھی قسمیں ہیں ان سے کبھی نہ کبھی تو ضرور انسان ظلم کا سلوک کر لیتا ہے۔اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی ظلم کا سلوک کرتا ہے۔یہ ان کی بات کر رہا ہوں جو بَرٌّ رَّحِیم ہیں، جو بہت احسان کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔ جہاں تک بچوں پر ظلم کا اس زمانہ میں تعلق ہے بعض ایسی مائیں ہیں جو بچے کے رونے سے تنگ آکر اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر پھوڑ دیتی ہیں۔ باپ بچوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے ہیں۔ آئے دن مقدمات ایسے ہوتے رہتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے مثلاً بچے کو سلانے کے لئے افیون دینی شروع کی اور بہت زیادہ دے دی اور اسی حالت میں بچہ مر گیا۔ تو یہ تو ظالم لوگوں کا حال ہے۔ مَیں رحم کرنے والوں کا حال بتا رہا ہوں جو بچوں سے بہت ہی شفقت کرتے ہیں ان سے کبھی عمداً اور کبھی غلطی سے ایسی بات سرزد ہو جاتی ہے جو بچہ پر ظلم ہے۔ اس کو دوا غلط دے دیں گے، وقت پر اس کی بیماری کا علاج نہیں کر سکیں گے۔ غرضیکہ سو کوتاہیاں ہیں کہ جو انسان سے رحیم اور مشفق ہونے کے باوجود خود اپنی اولاد کے بارہ میں بھی سرزد ہو جاتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کرتا۔

"مَیں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے"۔ فرمایا: "تم سب گم گشتہ راہ ہو" یعنی جو اچھی راہ ہے اسے بھول چکے ہو "سوائے ان لوگوں کے جن کو مَیں صحیح راستہ کی ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو مَیں تمہیں ہدایت دوں گا"۔ سورۃ فاتحہ میں ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ میں یہی دعا سکھائی گئی ہے۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو مَیں کھانا کھلاؤں۔ اب کھانا بظاہر تو ہمیں روزانہ خدا تعالیٰ نہیں کھلاتا بظاہر لیکن نظام ایسا چل رہا ہے اسی میں غور کر کے دیکھیں تو ہر رزق کی چیز اسی نے بنائی ہے، روزانہ مٹی میں سے رزق اگتا ہے اور کون ہے جو اس کو خود اگا سکے۔ ایک کلوروفل ہے جس سے ہر چیز پیدا ہو رہی ہے۔ جانور چرتے ہیں وہ گھاس چر رہے ہیں۔ اب کسی سائنسدان کو کہو کہ گھاس سے دماغ بھی بنا کے دکھائے، ہڈیاں بھی بنائے، رحمِ مادر بھی بنائے، دودھ کے اعضاء بنائے اور عقل اور ہڈیوں کے گودے اور بہت باریک در باریک چیزیں ہیں جو انسانی جسم میں اس کی بقا کے لئے ضروری ہیں ان کا تفصیلی ذکر مَیں یہاں کر ہی نہیں سکتا۔ کسی حد تک مَیں مختلف اپنی سوال و جواب کی محافل میں ذکر کرتا بھی رہا ہوں لیکن ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی پیدا کردہ چیزوں سے ظاہر ہوتی ہے اور حیرت انگیز چیزیں اس نے بنائی ہوئی

ہیں اور ہر چیز کی انتہاء یہ ہے کہ سبز کلوروفل سے ہر چیز بن رہی ہے۔ گھاس ہی کھایا جاتا ہے آخر پہ جانوروں کی طرف سے۔ جنگلوں میں اونچی گردنوں والے لامہ بھی، ژراف بھی سبزی کھاتے ہیں ،ہاتھی بھی سبزی ہی کھاتے ہیں اور جو گوشت خور جانور ہیں وہ وہ جانور کھاتے ہیں جو سبزی سے بنتے ہیں۔ تو سبزی سے تو مفر نہیں ہے اور کس طرح روزانہ خدا تعالیٰ سبزی کے ذریعہ حیرت انگیز کارنامے دکھاتا ہے۔ ایک غافل آنکھ والا تو دیکھتا بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا لیکن وہ لوگ جو رات اور دن کو اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرتے رہتے ہیں وہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان کتنی بلند ہے، کتنی عظیم ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں تم گم گشتہ راہ ہو یعنی تمہیں رستہ کا پتہ ہی نہیں۔ یہ بھی اس سے ہی مانگو، میں ہدایت کروں گا تو تم ہدایت پاؤ گے۔ اگر میں ہدایت نہیں کروں گا تو تمہیں کوئی ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ اندھی آنکھوں سے دنیا کو دیکھتے ہوئے گزر جاؤ گے۔

"اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں"۔ اب اس کی مَیں نے تھوڑی سی تشریح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر چیز کو ،انسان کو ہی نہیں بلکہ ہر چیز کو کھانا کھلاتا ہے۔ اتنا عظیم الشان نظام ہے کھانا کھلانے کا کہ چھوٹے سے چھوٹا کیڑا، چھوٹے سے چھوٹا مچھر یہ سب خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے رزق پر پل رہے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ہوں یا ہوا میں اڑنے والے پرندے ہوں۔ یہ سارے اس رزق کے محتاج ہیں۔ کئی دفعہ جب میں جھیل کے کنارے جانوروں کو روٹی دینے جایا کرتا تھا تو سوچا کرتا تھا کہ یہ روٹی تو ان کے کسی کام کی نہیں۔ میرا شوق پورا ہو رہا ہے ورنہ اربہا جانور ہیں جن کو میرے ہاتھ کی یا کسی انسانی ہاتھ کی روٹی نہیں پہنچتی ان کے لئے خدا نے انتظام کر رکھا ہے۔ ان کو ہوا میں سے روٹی مل جاتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا انتظام لا متناہی ہے۔

فرمایا:"اے میرے بندو تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔ تو لباس بننے کا جو نظام ہے اس پر بھی غور کر کے دیکھ لیں کہ لباس کس طرح بنتا ہے۔ پودوں سے سوت نکلتی ہے۔ جب وہ جانور جو سبزہ کھاتے ہیں ان کی اون بھی پیدا ہوتی ہے۔ غرضیکہ ان کی جلدیں بھی لباس کے کام آتی ہیں۔ تو آخری تان اسی بات پر ٹوٹتی ہے کہ اللہ اگر لباس عطا نہ کرے تو ہر انسان ننگا ہے۔ کسی کو کچھ اوڑھنے کے لئے نہ ملے۔ اور لباس کے معاملہ میں ﴿لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ جو تقویٰ کا لباس ہے وہ سب سے بہتر لباس ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھ سے لباس مانگو مَیں تمہیں لباس پہناؤں گا۔

"اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی مَیں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں"۔ اس ارادہ سے غلطیاں کرنا مراد نہیں کہ ہم غلطیاں کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ بخشتا چلا جائے بلکہ بلا ارادہ بھی بے انتہا غلطیاں انسان سے ہوتی چلی جاتی ہیں اور اس کو شعور بھی نہیں ہوتا کہ مَیں غلطی کر رہا ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم غلطیاں دن رات بھی کرتے چلے جاؤ، لاشعوری کی حالت میں، غفلت کی حالت میں لیکن مَیں طاقت رکھتا ہوں کہ ان سب غلطیوں کو بخش دوں، پس مجھ سے ہی بخشش مانگو مَیں تمہیں بخش دوں گا۔

"اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ نقصان پہنچانے کا ارادہ ہی کرو۔ اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو کہ نفع پہنچانے کی کوشش ہی کرو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب اول درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جائیں اور اس شخص کی طرح بن جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، "تو تمہارا ایسا ہو جانا بھی میری بادشاہت میں ایک ذرہ بھی اضافہ نہیں کر سکتا"۔ یعنی محسن اللہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم انسانوں میں سے اللہ کا شاہکار ہیں لیکن آپ محسن خدا کے نہیں ہیں اللہ ہی محسن ہے۔

"اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے جن و انس تم میں سے جو سب سے زیادہ بدکار ہے اس کے قلبِ بد کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات مانگیں اور مَیں ہر ایک انسان کی حاجات پوری کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈال کر اس کو باہر نکال کر اس کے ناکہ پر جو پانی کی ذرا سی چھوٹی سی بوند لگی ہوتی ہے وہ سمندر میں جتنی کمی کر سکتی ہے اگر میں تم سب کی ساری مرادیں پوری کر دوں تب بھی وہ میری رحمت میں سے اتنی سی کمی بھی نہیں کر سکیں گے یعنی میرا عطا کرنا میرے خزانوں میں اتنی سی کمی بھی نہیں کر سکے گا۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کا مَیں نے حساب کیا ہے ۔مَیں تم کو ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جس شخص کا اچھا نتیجہ نکلے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور چیز پائے یعنی ناکامی کا منہ دیکھے تو وہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم)

ایک روایت سنن ابی داؤد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم ہے۔ مَیں نے اس کا نام اپنے نام رحمٰن سے مشتق کیا ہے یعنی الرَّحِم سے مراد یہاں رِحمِ مادر ہے۔ فرماتا ہے کہ مَیں رحمٰن ہوں اور مَیں نے رحم مادر کو بھی اپنے لفظ رحمٰن سے مشتق کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی رحمانیت کے ذریعہ ہر اس چیز کو پیدا کیا جو مانگنے کے لئے نہیں نکلی تھی کہ مجھے پیدا کرو اسی طرح ماں بچے کو جنتی ہے لیکن بچہ ماں سے مانگنے کے تو قابل ہی نہیں ہوتا کہ مجھے جنو۔ مائیں بیچاری جن کے بچے نہ ہوں وہ دردر کے دھکے کھاتی ہیں۔ حکیموں، ڈاکٹروں کے پاس جاتی ہیں علاج کے لئے، وہ مانگتی ہیں کہ بچہ مجھے ملے اور وہ بھی اللہ کی رحمت ہو تو ملتا ہے ورنہ جتنا مرضی زور لگا لیں نہیں مل سکتا۔ ٹیسٹ ٹیوب کی بھی کوششیں کر چکی ہیں عورتیں، جب خدا نے نہ دینا ہو تو ٹیسٹ ٹیوب کی ہر کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا رِحمِ مادر جو ہے مَیں نے اپنے لفظ رحمٰن سے مشتق کیا ہے۔ مَیں بن مانگے دینے والا ہوں اور ماں بھی بن مانگے ہی اپنا بچہ دیتی ہے۔ یعنی بچہ اس سے اپنی پیدائش نہیں مانگتا بلکہ وہ اس کی پیدائش اپنے خدا سے اور ڈاکٹروں اور حکیموں سے مانگتی ہے۔

اس لئے جو صلہ رحمی کرے گا اس کو مَیں اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ جس نے صلہ رحمی نہ کی اس نے مجھ سے رحمانیت کا تعلق کاٹ لیا۔(سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی ضلة الرحم)۔ تو اب یہ دیکھیں ہمارے ہاں آئے دن جو شکایتیں آتی ہیں ان میں صلہ رحمی کے خلاف اکثر شکایتیں ہیں۔ رشتہ دار، رشتہ داروں کی بات نہیں مانتے، جو رحمی رشتے ہیں ان کو کاٹ دیتے ہیں۔ بھائی بہنوں پہ ظلم کرتے ہیں۔ بھائی بھائیوں پہ ظلم کرتے ہیں، جس کا داؤ لگے وہ سب کچھ چھیننے کے لئے کوشش کرتا ہے، تو ان کو پھر رحمٰن خدا سے کیا ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو ایک ایک چیز ہم پر ظاہر فرمادی ہے۔ اس کے عواقب بیان کر دئے ہیں کہ دیکھو صلہ رحمی نہیں کرو گے تو پھر رحمٰن سے تمہارا تعلق کٹ چکا ہے۔ پھر تم پر اللہ تعالیٰ کوئی رحم نہیں کرے گا۔ تو کتنا بدنصیب ہے جو دنیا کے عارضی فائدوں کی خاطر اپنے رحمٰن خدا سے ہمیشہ کے لئے اپنا تعلق کاٹ لیتا ہے۔ اور پھر یہ بھی فرمایا "جو تجھے ملائے گا مَیں اس کو ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا مَیں اس کو کاٹ دوں گا"۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا"۔(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمة الصبیان والعیال) پس اپنوں کے اوپر رحم تو بہرحال ہونا ہی ہے ہر چیز پر رحم ضروری ہے۔ ایک جانور پر بھی رحم ضروری ہے۔ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک کنچنی گزر رہی تھی کہ ایک کنویں کے کنارہ پر ایک پیاسا کتا دیکھا جو پیاس سے ہانپ رہا تھا۔ اور کوئی ڈول نہیں تھا جس سے پانی نکال کے اس کو دیا جا سکے۔ تو اس نے کنویں میں اتر کر یعنی دیوار کے سہارے سے اتر کر اپنی جوتی کے اندر پانی بھرا اور اوپر لا کر اس کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساری عمر کے گناہ معاف کر دئے۔ پس جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے نواسہ حضرت حسن بن علی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس اقرع بن حابس بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اقرع نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ میرے دس بیٹے ہیں مَیں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ آپؐ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، فرمایا:"جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا" (صحیح بخاری کتاب الأدب باب رحمة الولد و تقبیله)۔ کہ جو ظالم اپنے بچوں پر رحم نہیں کر سکتا وہ خدا سے ہمیشہ کے لئے کاٹا گیا اس کے اوپر کبھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

ایک ترمذی ابواب البر والصلة سے روایت لی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:"اس شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کا شرف نہیں پہچانتا"۔ اپنے سے بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔

(ترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی رحمة الصبیان)

ایک روایت مسلم کتاب البِرِّ وَالصِّلَة میں یوں درج ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:"مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آنے میں ایک جسم کی سی ہے جس کا ایک حصہ اگر بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیدار ہو جاتا ہے اور بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم و تعاضدهم) اب ایک پاؤں کا انگوٹھا ہے، اگر کسی کے پاؤں کے انگوٹھے میں مثلاً گنگرین نہ سہی، ویسے ہی تکلیف ہو یا درد ہو، انسان کے ناخن گودے کے اندر چلے جاتے ہیں تو بعض دفعہ اس کی تکلیف کی وجہ سے ساری رات نیند نہیں آتی۔ مجھے خود بھی یہ تکلیف رہی ہے۔ اب کسی حد تک اس پر قابو پایا ہے مگر مجھے یاد ہے کہ بعض راتیں جلسہ کے ایام میں یہاں اسلام آباد میں مَیں ساری رات نہیں سو سکا اس پاؤں کے انگوٹھے کے

درد کی وجہ سے۔ پس چھوٹی سی چیز ہے بالکل، پاؤں کے کنارے پر ایک انگوٹھے میں صرف درد ہے اور انسان اس کی وجہ سے سو نہیں سکتا تو مومن کی مثال بھی ایسی ہے۔ اپنے میں سے جو چھوٹا ہے اس کو چھوٹا نہ سمجھو۔ مومن تو اپنے دور کے غریب واقف دوست کو بلکہ ناواقفوں کے دکھ کو بھی اپنا دکھ سمجھتا ہے اور بے چین ہو جاتا ہے لوگوں کے دکھ پر۔ تو اگر یہ تمہارے اندر صفت نہیں ہے کہ لوگوں کے دکھ پر بے چین ہو جاؤ تو پھر تم حقیقی مومن نہیں ہو۔ تمام مومن ایک دوسرے کے بدن کے اعضاء کے طور پر ہیں۔ سر میں درد ہو، ٹانگ میں تکلیف ہو، گردے میں تکلیف ہو، جگر میں تکلیف ہو، جوں جوں تکلیفیں بڑھتی چلی جاتی ہیں اتنی بے چینی اور بیماری کی تکلیف بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پس مومن اپنے بھائیوں کی تکلیفوں پر نظر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کس تکلیف میں مبتلا ہے اور جہاں تک اس کا بس چلے، جہاں تک طاقت ہو وہ اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "رحم کرنے والوں پر رحمٰن خدا رحم کرے گا۔ تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الأدباب فی الرحمة)

پھر ایک اور روایت ابن ماجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ "جب جانور ذبح کرنے لگو تو چھری کو اچھی طرح تیز کر لیا کرو۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کرو اور خوب اچھی طرح ذبح کرو"۔

(سنن ابن ماجه ابواب الذبائح باب اذاذبحتم فاحسنوا الذبح)

اب دیکھیں کتنا رحیم و کریم وجود تھا۔ جانور کو ذبح کرنے کی اجازت ہے مگر یہ تاکید ہے کہ اس کو تکلیف نہ ہو اور پھر ایک جانور ذبح ہو رہا ہو تو دوسرا جانور دیکھ نہ رہا ہو۔ ہمارے ہاں تو قصاب بکروں کو لٹا دیتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ان کی آنکھوں کے سامنے دوسرے بکرے ذبح کئے جا رہے ہوتے ہیں اور ہر ایک بکرے کو اس کی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر کند چھری سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چھری تیز کرنے سے ظلم مراد نہیں، رحمت مراد ہے۔ جتنی جلدی تیز چھری شہ رگ کو کاٹ دیتی ہے، کند چھری کو رگڑتے جاؤ تو نہیں کاٹتی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر کند چاقو ہو تو شکار کرتے وقت، شکار کے بعد فاختہ کی گردن کو بھی ٹھیک نہیں کاٹ سکتا۔ تو ذبح کرنے سے پہلے بہت تیز چھری ہونی چاہئے اور اس کے نتیجہ میں جانوروں کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جانور کو مارنے سے پہلے اگر Stun کر دیا جائے تو اس کو تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ جانور کو Stun کرنے کے نتیجہ میں اس کو ہوش کے ساتھ چیخیں مارنے کی توفیق نہیں ملتی لیکن ذہن تکلیف کو محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ کئی بیمار ہیں جن کو بیماری کے دوران تکلیف ہو رہی ہوتی ہے مگر وہ کچھ بتا نہیں سکتے۔ جب افاقہ ہو اور بتانے کے قابل ہوں تو بتاتے ہیں کہ کیا کیا تکلیف ہوئی تھی۔ تو stun جانور جو ہے اس کو تکلیف ضرور پہنچتی ہے لیکن جس کو ذبح کیا جائے خون کا رشتہ دماغ سے کٹتے ہی فوراً دماغ سوچنا بند کر دیتا ہے۔ تو بظاہر دیکھنے میں ایک جارحانہ فعل ہے لیکن اصل میں یہ ایک رحمت کی کارروائی ہے جو ہمیں ذبح کا طریقہ بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ نے سمجھا دیا کہ ذبح کرنا ہے تو اتنا تیزی سے ذبح کرو کہ فوراً خون کا رشتہ دماغ سے کٹ جائے اور جانور کو پتہ ہی نہ لگے کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ اور دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرو۔ ہمارے ہاں بڑی عید وغیرہ کے موقع پر جو زیادہ قربانیاں دیتے ہیں وہ بالکل بے احتیاطی سے ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو لٹا کے ذبح کرتے ہیں جس سے لازماً دوسرے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

مسلم کتاب الصید و الذبائح باب الامر باحسان الذبح۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو نرمی اور مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ اگر تم کسی جانور کو مارنے لگو تو اس میں بھی نرمی اور رحم دلی دکھاؤ اور جب کسی جانور کو ذبح کرنے لگو تو اچھے اور رحم دلی کے طریق سے ذبح کرو۔ مثلاً اپنی چھری خوب تیز کر لو اور اس طرح سے اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ"۔

ایک روایت ہے بخاری کتاب التوحید میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ اس اثنا میں آپ کے پاس ایک بیٹی کا پیغام آیا جو آپؐ کو اپنے بیٹے کی موت کے وقت بلا رہی تھی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے پیغام لانے والے کو کہا جاؤ اور ان کو بتاؤ کہ جو اس نے یعنی اللہ نے لے لیا ہے۔ وہ اللہ ہی کا تھا اور جو اس نے عطا کیا ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ اور ہر ایک چیز کی اس کے نزدیک ایک مدت مقرر ہے۔ پس تم انہیں کہہ دو کہ وہ صبر کریں اور صبر کو ہی نیکی کا حصول سمجھیں۔ وہ پیغامبر گیا اور پھر لوٹ آیا اور کہا یا رسول اللہ آپؐ کی بیٹی نے قسم دے کر کہا ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ اس پر نبی اکرم کھڑے ہوئے اور آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ بن جبل بھی روانہ ہوئے۔ بچہ نزع کی حالت میں تھا کہ اسے آنحضرت ﷺ کی گود میں دیا گیا۔ بچہ کی یہ حالت دیکھ کر آنحضور ﷺ کی آنکھیں بھر آئیں اور آنسوؤں سے بہنے لگیں۔ اس پر سعد نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا؟۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: "هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهٖ "۔ کہ یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے"۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید الله تبارك وتعالیٰ)۔ پس رحمت ہی حقیقت میں ہر چیز پر حاوی ہے اور اگر رحمانیت نہ ہو اور رحمت نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے۔

کئی دفعہ مَیں نے سوچا ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت میں سے پہلے کون ہے اور بعد میں کون ہے تو بعض پہلوؤں سے جب سورۃ فاتحہ کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو ربوبیت پہلے ہے اور رحمانیت اور رحیمیت بعد میں آتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پہلو سے ربوبیت کو پہلے قرار دیا ہے لیکن غور کرو تو رحمانیت، ربوبیت سے بھی پہلے نظر آتی ہے۔ اب انسان خدا سے کب مانگنے گیا تھا جبکہ کچھ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ انسان کو لکڑی کے علاوہ کوئلہ کی بھی ضرورت پڑے گی اور کوئلہ کی دریافت اس وقت ہوئی جبکہ ریلوے انجن کی دریافت بھی ہو گئی تھی۔ اس وقت کوئلہ کی ضرورت تھی اور خدا تعالیٰ نے کوئلہ کی ایجاد کر دی۔ اس کو کہتے ہیں ایکسٹرنل Combustion انجن۔ یعنی ایسا انجن جس کو گرمی باہر سے پہنچائی جائے۔ تو اس وقت تک پٹرول کی کوئی ایجاد نہیں تھی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ انسان پٹرول پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کا دماغ ترقی کر کے انٹرنل کمبسچن انجن بھی بنا سکتا ہے یعنی موٹر کا انجن جس میں جو جلنے والا مادہ ہے یعنی پٹرول اندر سے جلتا ہے۔ تو ریلوے گاڑی کا انجن ہے ان میں اندر نہیں جل رہا ہوتا وہ باہر جل رہا ہوتا ہے۔ اس سے بھاپ بنتی ہے اور پٹرول سے جو Piston کے اندر ہی جل رہا ہوتا ہے موٹر چلتی ہے۔ تو اس وقت پٹرول ایجاد کر دیا یعنی انسان کو پٹرول کی خبر دے دی جب اس کا دماغ پٹرول بنانے کی اور اس سے استفادہ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ کوئی بھی اتفاقی حادثہ نہیں۔ یہ رحمانیت کے جلوے ہیں اور آپ دیکھیں کہ رحمانیت کے نتیجہ میں اربوں سال پہلے ڈائناسورس (Dinasoars) اچانک تباہ کر دئے گئے۔ اب بظاہر دیکھنے میں تو یہ ظلم ہے کہ جانوروں کو تباہ کر دیا گیا۔ سمندر میں بعض آسمان سے ٹکڑے گرنے کے نتیجہ میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں کہ اس کی وجہ سے دھند سی اٹھی اور وہ تمام مخلوقات جو سبزی پر اپنی زندگی گزار رہی تھی اور ایک دوسرے کو بھی کھا رہی تھی وہ ساری کی ساری تھوڑے عرصہ میں مر کر ختم ہو گئیں۔ اور ختم ہو کر ضائع نہیں ہوئیں، خدا تعالیٰ تو بالکل ضیاع نہیں کرتا، ایک ذرہ کا بھی ضیاع نہیں کرتا وہ زیر زمین دفن ہوئیں اور ان سے تیل بنا۔ تو اب اگر جو موٹر پر بیٹھ کے یا گاڑی، بس میں بیٹھ کے آتا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ڈائناسور پر بیٹھا ہوا ہے کیونکہ ڈائناسور کا ہی تیل بنا ہے جس پر وہ سوار ہوا ہوا ہے۔ جو درخت تھے وہ بھی دب کے بعض دفعہ اتنے گہرے دب گئے کہ تیل میں تبدیل ہو گئے۔ پھر ہیرے جواہرات بھی انہیں درختوں سے بنے جو اتنے دباؤ میں دب گئے تھے کہ اس کے نتیجہ میں ان کا کوئلہ بنا اور کوئلہ پتھر بن گیا اور پتھر سے ہیرے بن گئے۔ تو خدا تعالیٰ کی تخلیق جو ہے یہ حیرت انگیز ہے۔ اس کی صفات پر جتنا بھی غور کریں وہ لامتناہی ایک کے بعد دوسری صفت پھوٹتی چلی جاتی ہے۔

تو آج کے خطبہ میں مَیں نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس رکھے تھے وہ تو اب بیان نہیں کر سکتا کیونکہ وقت ختم ہو رہا ہے اس لئے آئندہ خطبہ میں بھی یا تو وہ حدیثیں بیان کروں گا جو اس خطبہ سے بچا کے اگلے خطبہ کے لئے رکھ لی تھیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کی باری آئے گی۔ تو بہرحال یہ سلسلہ مضامین جو ان خطبوں کے لئے میں نے چنا ہے بہت ہی لطیف ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت اور اس کی تمام صفات کا لامتناہی ذکر ہے۔ اگر ایک ایک صفت کو بیان کرنا شروع کیا جائے تو اس کی بھی بہت سی شکلیں پھوٹتی چلی جائیں گی۔ تو میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں، آپ کو اور مجھے ان صفات باری تعالیٰ پر نہ صرف سچے غور کی توفیق عطا فرمائے گا بلکہ ان کے نتیجہ میں ہمیں ان کو اپنانے کا بھی موقع عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆......☆......☆......☆